تربیت کے مضمون اور اصلاح نفس کا سب سے زیادہ تعلق قَوْلًا سَدِيْدًا سے ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم نومبر 1996ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ کی تلاوت کی:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۱ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۲ (الاحزاب: 71، 72)

پھر فرمایا:

یہ دو آیات ہیں جن کی میں نے تلاوت کی ہے ان سے متعلق میں تفصیلی گفتگو سے پہلے اپنے دورے کا مختصر ذکر کرنا چاہتا ہوں اور دراصل اسی تعلق میں ان آیات کی طرف ذہن پھرا ہے میں ابھی ناروے کے دورے سے واپس آیا ہوں اور رستے میں ایک دن سویڈن بھی ٹھہرنے کا موقع ملا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ سب جگہ میں نے جماعت میں ایک نئی بیداری کی روح دیکھی ہے، ایک نیا ولولہ دیکھا ہے اور یہ اللہ کا بڑا احسان ہے کہ MTA نے اس میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے یعنی مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ نے تربیت کے تعلق میں بہت ہی بھاری ایک کام کر دکھایا ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے اب نوجوانوں، لڑکوں، لڑکیوں، مردوں اور عورتوں کے اندر سے وہ صداقت کی طرح پھوٹ رہا ہے لیکن ابھی بہت سے کام ہونے والے ہیں اور ہوں گے۔ انشاء اللہ۔

میں مختصراً بتاتا ہوں کہ ان ممالک میں خصوصاً جن کو سیکنڈے نیوین Countries کہا جاتا ہے ان میں دہریت باقی یورپ کے مقابل پر بہت زیادہ ہے اور یہ عجیب بات ہے کہ جنوب سے شمال تک یورپ کا سفر کریں تو جوں جوں شمال کی طرف بڑھتے ہیں دہریت کا عنصر بڑھتا چلا جاتا ہے ہاں بیچ میں ایک ایسا جزیرہ ہے جو دہریت میں سب کو پیچھے چھوڑ گیا ہے وہ سوئٹزرلینڈ ہے اور اکثر لوگوں کو علم نہیں کہ سوئٹزرلینڈ میں تمام یورپ کے ممالک سے زیادہ دہریت پائی جاتی ہے اور جہاں دہریت پائی جائے وہاں ایک تضاد بھی دکھائی دے گا۔ یورپ کے اندر شمال اور جنوب میں ایک تضاد ہے۔ جنوب میں مذہب کا رجحان زیادہ ہے مگر ایسے مذہب کا رجحان جس نے دہریت پیدا کی یعنی جہالت کے ساتھ ایسے عقائد سے چمٹ رہنا جن کو انسانی ضمیر قبول نہیں کرتا۔ انسان کی عقل، اس کا فہم اس کو رد کرتے ہیں۔ یہ وہ عقائد ہیں جن کو آپ آج کل کی اصطلاح میں Fundamentalist عقائد کہتے ہیں یعنی بنیاد پرست۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ عقیدہ ذہن اور دل کو مطمئن کرتا ہے کہ نہیں وہ اس کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں اور کہتے ہیں بس یہی ہمارا عقیدہ ہے اور چونکہ ایسے عقیدے سے چمٹنے کے لئے عقل کو خیر باد کہنا پڑتا ہے اس لئے اکثر یہ لوگ انتہا پسند ہو جاتے ہیں اور وہ لوگ جو انتہا پسند نہ ہوں جن کا مزاج معتدل ہو، جن کا ذہن روشن ہو ان کے دو حصے ہو جاتے ہیں۔ کچھ تو وہ جو اس کو برداشت کرتے ہیں کہتے ہیں ہمیں کیا ضرورت ہے اس کے خلاف آواز بلند کرنے کی۔ ایک وہ جو پیچھے ہٹ کر کھلم کھلا دہریت کی گود میں چلے جاتے ہیں۔ تو جونہی ہم جنوب سے شمال کی طرف جاتے ہیں اگرچہ دہریت بڑھتی ہے مگر عقل کی روشنی بھی ساتھ بڑھ رہی ہوتی ہے اور ضد اور تعصب مذہب کے معاملے میں، دنیا کی بات نہیں میں کر رہا، مذہب کے معاملے میں ضد نسبتاً کم ہوتا جاتا ہے۔

اور اٹلی اور سپین اور پرتگال میں جہاں عیسائیت زیادہ زور سے قائم ہے وہاں دو انتہائیں ہیں یا بالکل کٹر پکے دہریہ، ایسے جنہوں نے بسا اوقات حکومتوں پہ قبضے بھی کئے اور مذہب کے خلاف کھلم کھلا علم بغاوت بلند کیا اور وہ کٹر عیسائی جن کے نزدیک عقل اور سوچ اور فہم کی کوئی طاقت نہیں، کوئی قیمت نہیں مذہبی مسائل نہیں۔ مذہب الگ ہے اور عقل الگ ہے اور جب مذہب اور عقل میں آپس میں کوئی واسطہ نہ رہے تو اس کے نتیجہ میں تشدد پیدا ہونا لازمی ہے۔ پھر ایسے لوگوں کو مذہب کے نام پر جو بھی آپ عقیدہ بتائیں گے وہ اس پر عمل درآمد کرنے کے لئے تیار ہوں گے خواہ وہ دیکھتے ہوں کہ یہ

ظلم ہے خواہ وہ جانتے ہوں کہ یہ عقیدہ اور یہ عمل انسانی قدروں سے متصادم ہے، ٹکرا رہا ہے۔ جہاں ایک دفعہ عقل کو خیر باد کہہ دیا تو پھر باقی کیا رہے گا۔

پس یہی سلسلہ اسی طرح شمال کی طرف آگے بڑھتا ہے وہاں عقل اور فہم کو زیادہ اہمیت ہوتی چلی جا رہی ہے اور مذہب جو ردّ ہو رہا ہے وہ درحقیقت عیسائیت کی بگڑی ہوئی صورت ردّ ہوتی ہے اس لئے بہت ضروری ہے کہ ہم ایسے ممالک میں حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے اصل مرض کو پہچان کر اس کے مطابق اس کا علاج کریں۔ یہ اس صورت حال میں، اب MTA کی طرف واپس آتا ہوں کہ ہمارے بچے جو وہاں پل رہے تھے، نوجوان جو کالجوں اور سکولوں میں جاتے تھے ان کے سامنے ایک عجیب تضاد کی صورت تھی، ایک طرف عیسائی اپنے بگڑے ہوئے اور فرضی عقائد کی طرف بچوں کو سکول میں اپنی طرف بلاتے تھے اور یہ بھی ایک عجیب تضاد ہے ان ملکوں میں کہ عیسائیت کو اسلامی ممالک کے خلاف ایک ڈھال کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے اور اس پہلو سے دہریہ بھی ہوں تو وہ عیسائیت کے فروغ میں کوشش کرتے ہیں اور حکومتیں عیسائیت کی پشت پناہی کرتی ہیں۔ بہت سے ایسے ان کے سربراہ یعنی سربراہ مراد ہے شعبوں کے سربراہ مجھے ملے، مختلف شعبوں کے ان کا خود کوئی عقیدہ نہیں تھا لیکن عیسائیت کو فروغ دینے میں پوری طرح وہ حکومت کی پالیسی کے ساتھ تھے۔

تو یہ تضادات کی دنیا ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں جہاں صداقتیں مجروح ہوگئی ہیں مختلف حصوں میں بٹ گئی ہیں اور اس کے نتیجہ میں ہماری وہ نسلیں جو ایسے ممالک میں پرورش پا رہی ہیں ان کے لئے کئی قسم کے خطرات ہیں۔ ایک ان کا یہ طریق تھا کہ عیسائیت کے وہ پہلو جو عقل کے بالکل خلاف ہیں ان سے گزرتے ہوئے جیسے بائی پاس سڑکیں بنائی جاتی ہیں، شہروں میں داخل ہوئے بغیر باہر باہر سے نکل جاؤ، ان تمام مقامات سے گریز کرتے ہوئے عیسائیت کو اس طرح پیش کرتے ہیں محبت ہے، عفو ہے اور اس سے بہتر حسن اور کیا ہوسکتا ہے عیسیٰؑ کی قربانی ہے اس نے سب کچھ اپنا بنی نوع انسان کے لئے خرچ کر دیا۔ تو یہ وہ مضامین ہیں جو فطرتاً ہر انسان کے اندر موجود ہیں اور ان کے ساتھ ایک فطری علاقہ اور ایک تعلق ہے اور جہاں تک عیسائیوں کے عقائد کی بھیانک نامعقولیت ہے اور تضادات ہیں ان کی طرف وہ نہیں آتے بلکہ اسلام کے اندر جو ان کو تضاد دکھائی دیتے ہیں ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور جرمنی میں بھی میرا یہی تجربہ ہوا۔ وہاں بھی بچوں سے اسلام کے خلاف ایسی

باتیں کرتے ہیں جوان کے ضمیر کے مطابق مناسب نہیں ہوتیں مثلاً عورتوں پر ظلم، سفا کی، خمینی ازم، ایک شخص نے اسلام کے خلاف کتاب لکھی کوئی اور ملک اپنے دائرہ سیاست سے باہر نکل کر باقی ملکوں کی سرحدیں پھلانگتا ہوا اس ملک میں پہنچتا ہے اور اپنا فتویٰ جاری کرتا ہے۔ یہ وہ ایسی باتیں ہیں جو سراسر خلاف عقل ہیں اور چونکہ اسلام کی نمائندگی کرنے والے ان باتوں میں ملوث ہو گئے ہیں اس لئے ان کو بہترین موقع مل گیا ہے اور وہ جب یہ حملہ کرتے ہیں تو ہمارے نوجوانوں کے پاس کوئی جواب نہیں ہوتا۔ ایک یہ ان کو خطرہ عقائد کی طرف سے ہے۔ ایک اعمال کی طرف سے یہ خطرہ کہ جہاں جہاں دہریت بڑھی ہے وہاں وہاں جنسی تعلقات میں جو بھی پابندیاں ہیں وہ اٹھتی چلی گئی ہیں یہاں تک کہ جنسی بے حیائی بالکل ایک عام، ایک مسلم چیز بن گئی جس کو اب بے حیائی سمجھا ہی نہیں جاتا۔ اب وہ نوجوان جو اٹھتی ہوئی عمر میں ایسے ماحول میں آنکھیں کھولتے ہیں اور آگے بڑھتے ہیں جن کو ایک طرف ان کے مذہب کے وہ بظاہر نقائص دکھائے جاتے ہیں جن نقائص کی تائید اس مذہب کے بڑے بڑے سربراہ، اس دنیا میں مسلمان حکومتوں کے سربراہ وہ پوری طرح اپنے عمل سے کرتے ہیں اور ان کے پاس کوئی جواب نہیں اس کا۔ ان کے اندر یہ تجزیہ کرنے کی توفیق نہیں کہ یہ مذہب کے داغ نہیں ہیں یہ انسانوں کے داغ ہیں جو مذہب کی طرف منسوب ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف جوانی کا الھڑ پن اور طبعی جذبات جو جوش میں ہوتے ہیں ان کے لئے ماحول ساز گار، جو چاہیں کریں کوئی اخلاقی اعتراض نہیں اٹھ سکتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کرنا ہوگا کہ گھر چھوڑ کر سوشل جوان کے سسٹم ہیں بچوں کی حفاظت کے نام پر ان کی پناہ لے کر اپنا دین بھی گنوائیں اپنی دنیا بھی گنوادیں اور چونکہ یہ ایک کھلی راہ ہے اس لئے خودسری کا رجحان بچوں میں بڑھتا چلا جاتا ہے اور اس رجحان کو مسلمانوں میں اور ایشیائیوں میں وہ عمداً تقویت دیتے ہیں۔

یہ وہ خطرات ہیں جو چند ہیں جو میں نے بیان کئے ہیں جن کے پیش نظر ضرورت تھی کہ ہر بچے تک ان پہلوؤں سے اصل حقیقت حال کھولی جائے، اس مضمون کا تجزیہ کیا جائے اور بتایا جائے کہ اس میں کیا غلطیاں ہیں، اصل حقیقت کیا ہے اور یہ چیز ہر گھر پہنچ کر اور ہر بچے تک پہنچ کر ایسے الفاظ میں بیان کرنا کہ جو دلوں کو مطمئن کرے بہت مشکل کام ہے۔ MTA کے ذریعے خدا تعالیٰ کے فضل سے جو ہمارے سوال و جواب کی بے تکلف مجالس ہیں، دہریہ بھی، کٹر عیسائی بھی، دوسرے شمال

جنوب کے آدمی سوال کرتے ہیں اور ان کی تصویر دکھائی جاتی ہے اور سوال کا جواب سنتے ہوئے ان کے سر تائید میں ہلنے لگتے ہیں۔تو ہماری نوجوان نسلوں کو ایک احمدی مربی کی باتیں اتنا مطمئن نہیں کرتیں جتنا یہ نظارہ کہ جو ہم پر اعتراض کیا کرتا تھا وہ تو خود اسلام کے حربے سے گھائل ہو رہا ہے،اسلام کی صداقت سے مرعوب ہو رہا ہے،دکھائی دے رہا ہے کہ وہ مان رہا ہے۔یہ غیر معمولی طاقت ور ایک دلیل ہے جوان نوجوانوں کو مطمئن کرتی ہے اور اسی وجہ سے MTA کے ذریعہ خدا تعالیٰ کے فضل سے جو تبلیغی کام ہے اس کو ایک طرف بھی رکھ دیں تو تربیت کے کاموں میں غیر معمولی سہولت حاصل ہوئی ہے۔ناممکن تھا کہ ہر گھر میں کوئی مطمئن کرنے والا مربی پہنچ سکتا، پہنچتا بھی تو اس کے لئے مشکل تھا اور عملاً اگر آپ مربی کا نوجوانوں سے رابطہ دیکھیں جس کا میں نے تفصیلی جائزہ لیا ہے تو گنتی کے چند نوجوان ہیں جن تک مربی کی رسائی ہوا کرتی ہے۔وہ اپنے آزاد دائروں میں گھومتے پھرتے ہیں اور عام طور پر مربی ان کے پاس نہیں پہنچتا وہ مربی کے قریب نہیں پھٹکتے لیکن جب گھروں میں ٹیلی ویژن پہنچ جائے اور ایک ایسی اس میں قوت پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے نوجوان بھی کبھی نہ کبھی اس کو دیکھنے پر مجبور ہو جائیں اور یہ قوت پیدا ہوئی ہے بچوں کی وجہ سے۔بچے تو MTA کے عاشق ہو رہے ہیں، ہر جگہ دنیا میں سوائے امریکہ کے بعض علاقوں کے اور اس تعلق میں میں قول سدید کے فقدان کی بعض مثالیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔اکثر ماں باپ،نوجوانوں نے یہ بتایا کہ ہمارے بچے تو ٹیلی ویژن پر خاص طور پر آپ کے پروگرام آتے ہیں اردو کلاس اور اس کو انہوں نے سوشل پروگرام بنایا ہوا ہے،اردو سمجھ آئے نہ آئے مزہ بہت اٹھاتے ہیں بچے اور دوسرے جو متفرق بچوں کے نغمے لڑکیوں کے،لڑکوں کے وہ ایسا کھینچے جاتے ہیں اس طرف کہ اس کے مقابل پر کوئی دوسرا پروگرام کسی کو دیکھنے ہی نہیں دیتے،شور ڈال دیتے ہیں کہ ہم نے یہی دیکھنا ہے۔تو دیکھو خدا تعالیٰ نے بچوں کے ذریعے بڑوں کی تربیت کا کیسا انتظام کروا دیا اور اکثر جب بڑے ایک دفعہ دیکھ لیں تو پھر وہ لازماً اور دیکھنے کی طرف مائل ہوتے ہیں پھر اور دیکھنے کی طرف مائل ہوتے ہیں۔

ایک تو یہ پہلو تھا جس پہلو سے خدا تعالیٰ کے فضل سے MTA کی بہت سی برکتیں میرے مشاہدے میں آئیں اور دل بہت مطمئن ہوا اور اس یقین سے مزید بھر گیا کیونکہ یقین ہمیشہ بڑھتا ہی رہتا ہے،سچائی پر یقین بڑھتا رہتا ہے ایک مقام نہیں جہاں ٹھہر جائے کہ خدا تعالیٰ نے اپنی خاص تقدیر

سے جماعت احمدیہ عالمگیر کو ایسا انعام عطا فرمایا جس کے ساتھ اس کی زندگی وابستہ ہوگئی ہے۔ اگر MTA کے ذریعے ہم افریقہ کے جنگلوں تک نہ پہنچ سکتے، اگر MTA کے ذریعے چین اور جاپان تک نہ پہنچ سکتے، امریکہ کے مختلف گوشوں میں اور شمال اور جنوب تک نہ پہنچ سکتے تو کتنی بڑی نسلیں ہیں جو مرکز کے براہ راست دائرہ اثر سے باہر رہتیں۔ اگرچہ وہ ساری ابھی تک اس دائرے میں نہیں ہیں یہ کہنا مبالغہ ہوگا اور قول سدید کے خلاف ہوگا کہ یہ کہا جائے کہ سب اب تربیت کے دائرے میں آ گئے ہیں بالکل غلط ہے۔ ابھی بہت سفر ہم نے کرنے ہیں مگر اتنے احمدی لازماً ہر ملک میں MTA کی وجہ سے احمدیت کی محبت میں پہلے سے بہت بڑھ گئے ہیں کہ آگے وہ پھر علم بردار بن گئے ہیں۔ اب اس وجہ سے ان جماعتوں میں جہاں ہماری براہ راست رسائی نہیں تھی ایسے نوجوان پیدا ہو گئے ہیں ایسے بوڑھے پیدا ہو گئے ہیں جو آگے پھر جماعت کی تربیت کی طرف توجہ کرتے ہیں، جو سیکھتے ہیں وہ آگے سکھاتے ہیں۔ پھر بہت سی تربیتی کلاسز ہیں جن میں MTA براہ راست ان کے لئے پروگرام مہیا کرتا ہے اور افریقہ کے جائزے سے پتا چلا ہے کہ بعض علاقے، بڑے وسیع علاقے جہاں بہت سے دیہات میں کوئی بھی احمدی مربی نہیں پہنچ سکا اور افریقہ کے حالات بہت مختلف ہیں وہاں نہ سڑکوں کا صحیح انتظام، نہ مواصلات کا پورا صحیح انتظام، پھر غربت کی وجہ سے دینے کے لئے پیسے بھی نہیں اور وہاں MTA بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تو ان کے لئے میں نے پروگرام یہ بنایا کہ مختلف افریقن ممالک میں، مختلف خطوں میں علاقوں کو تقسیم کر کے ان کے درمیانی حصے میں MTA تمام لوازمات کے ساتھ مہیا کر دیا گیا اور جماعت کو یہ تاکید کی گئی کہ اپنی تربیتی کلاسز وہاں رکھیں تا کہ دور دور سے آنے والے وہاں پہنچیں اور وہ براہ راست اس کو دیکھیں اور ان کو ایک لگن پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ان تربیتی کلاسز کی جو رپورٹس پہنچتی یعنی تربیت کے لئے جو ہم مدارس سے بناتے ہیں، عارضی مدارس لگاتے ہیں ان کی رپورٹوں سے پتا چلا ہے کہ چالیس چالیس پچاس پچاس میل پیدل چل کے وہاں پہنچے ہیں۔ اگر وہ چالیس پچاس میل تک چل کے نہ آتے تو مربی کے لئے کہاں ممکن تھا کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس چالیس چالیس میل پیدل چل کے پہنچے اور جب وہ شامل ہوئے اور دیکھا تو ان کی کایا پلٹ گئی۔ بعض علاقوں میں تو مربی نے مجھے رپورٹ دی ہے بعض یہاں پہنچے ہیں مل کر بتایا ہے کہ دور تک ایسا خلاء تھا کہ ہمیں سمجھ نہیں آتی تھی یہاں بڑی نسلوں کو سنبھالیں گے کیسے۔ ایسے علاقوں میں جہاں

عیسائی علاقے تھے احمدیت نے آغاز میں بڑی فتوحات حاصل کیں، ان کی آگے نسلوں میں عیسائی پادریوں نے دوبارہ نفوذ کی کوششیں شروع کیں کیونکہ ان کے پاس پیسہ بے شمار ہے، ذرائع بہت ہیں، موٹر سائیکلیں، جیپیں، ہسپتالوں کے اخراجات برداشت کرنے کی طاقتیں تو وہاں انہوں نے دوبارہ جس طرح کنارے سیلاب میں جھڑتے ہیں اس طرح ان زمینوں کو جھاڑنا، گرانا شروع کیا اور ایک دو ایسے معاملات ہوئے جن میں ایک مسلمان عیسائی ہوا جس کی وجہ سے آزادی مذہب تو اپنی جگہ لیکن تکلیف تو بہرحال ہوتی ہے تکلیف کا ردّعمل چاہے شریفانہ ہی ہو، مار پیٹ نہ ہو۔ مگر تکلیف یا تو اس کو ہوتی ہے جو محسوس کرتا ہے یا اگر وہ کم فہم ہو تو کسی اور کو پہنچاتا ہے، یہ فرق ہے مولوی اور غیر مولوی میں، پادری مولوی ہو یا غیر پادری مولوی ہو، میں سب کی مولویت کی بات کر رہا ہوں۔ مذہبی متعصبین کی صورت میں ان کے ہاں سے ایک آدمی اچک لے اگر کوئی دوسرا لے جائے تو وہ ان کو تکلیف سرسری ہوتی ہے، اصل میں وہ اس کے نتیجے میں تکلیف پہنچانا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں مارکوٹ کے قتل وغارت کر کے اس کی جائیدادیں چھین کر، اس کو حقوق سے محروم کر کے اس سلسلہ کو روکا جائے لیکن جو خدا کا سچا بندہ ہو اسے بھی تکلیف پہنچتی ہے، تکلیف کے خلاف کوئی اعتراض نہیں مگر وہ ردّعمل یہ نہیں دکھاتا۔ خود گھلتا ہے دعاؤں کی طرف متوجہ ہوتا ہے ایسے ذرائع کی طرف متوجہ ہوتا ہے جس کو تمام دنیا میں انسان بحیثیت انسان درست سمجھتا ہے اور وہ ردّعمل جو ہے پھر وہ مقابل پر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ان ضائع ہوئی ہوئی زمینوں کو واپس لے آتا ہے۔

پس اس پہلو سے جب توجہ کی گئی تو میں نے ان کو خاص طور پر کہا کہ ایسے لوگوں کو براہ راست مقابل پہ تبلیغ کرنے کی بجائے ان کو اپنے ساتھ لائیں، ملائیں جلائیں، احمدی ماحول میں لے کے آئیں اور ان پر چھوڑ دیں کہ وہ خود فیصلہ کریں۔ چنانچہ کل ہی رپورٹوں میں یہ رپورٹ ملی کہ بعض جو کسی زمانے میں بہت ہی بااثر احمدی تھے اور بااثر خاندانوں سے تعلق رکھنے والے وہ عیسائی تو نہیں ہوئے مگر عملاً پیچھے ہٹ گئے تھے، خاموش ہو گئے تھے، کہتے ہیں جب ان مجالس میں آئے جہاں MTA کے پروگرام دکھائے گئے جہاں خاص طور پر علماء نے ان کی خاطر بعض مقامی پروگرام بھی تیار کئے تو ان کی کایا پلٹ گئی۔ بعض ان میں سے یہ عہد کر کے واپس لوٹے ہیں کہ ہمارے علاقے میں جتنی زمینیں کھوئی گئی ہیں ہم نے ایک ایک چپہ واپس لینی ہیں اور اس پہ اضافہ کرنا ہے اب یہ ہم پر چھوڑ

دیں، ہم یہ خدا سے عہد کر کے واپس جا رہے ہیں تو یہ برکت بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے MTA کی وجہ سے ہمیں نصیب ہوئی۔ دور دور جنگلوں میں بھی اس کو پھیلا دیا گیا ہے۔

تو یورپ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو نوجوان نسلوں کے سنبھالنے کا انتظام ہوا ہے اس میں MTA نے بہت گہرا کام دکھایا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے تربیت میں یہ ایک بہت ہی مفید چیز ثابت ہوئی ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور بڑا فائدہ ان لوگوں میں یہ ہے کہ کثرت سے میں نے بچوں کو MTA کے کاموں میں مصروف دیکھا ہے۔ جس نے ایک نغمہ پڑھنا ہے وہ اس کی تیاری بھی کرتا ہے۔ وہ جو پہلے زیادہ مسجد میں نہیں آتا تھا وہ اب سٹوڈیو میں اپنا نغمہ تیار کرنے کی خاطر پہنچتا ہے اور پھر ساری خدمتیں، چونکہ ایک بھی پروفیشنل ہم نے ملازم نہیں رکھا ہوا، سب طوعی ہیں اس لئے کثرت کے ساتھ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اپنے اپنے دائرے میں ایک دوسرے سے ملے جلے بغیر تاکہ ایک دوسرے کی عزت کی اقدار کی حفاظت ہو سکے وہ اپنی اپنی ٹیموں میں کام کر رہے ہیں اور اتنا خوش ہیں کہ درخواستیں آتی تھیں ہر جگہ کہ ہمیں بھی شامل کیا جائے، ہمیں بھی شامل کیا جائے۔ ایک بھی درخواست یہ نہیں آئی کہ اتنا بوجھ ڈال دیا آپ نے، ہمیں واپس کر دیں۔

اور پھر اللہ کی شان یہ ہے کہ جو بھی MTA کے کاموں میں آگے ہیں تعلیم میں سب سے اچھے نتائج ان کے ہیں اور حیرت انگیز طور پر ایسے نتائج میرے سامنے رکھے گئے کہ نارویجیئن زبان میں سارے علاقے میں وہ پاکستان سے آئے ہوئے احمدی اول آگئے اور نارویجین بچے پیچھے رہ گئے۔ تو یہ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے انعامات کے سلسلے ہوتے ہیں یہ مربوط ہوتے ہیں، ان کے فوائد کسی ایک جہت میں نہیں ہوتے۔ صرف عالمی نہیں بلکہ اندرونی طور پر ان کے اندر بہت سی برکت کی شاخیں پھوٹتی رہتی ہیں اور یہ زندگی کی علامت ہے۔ زندگی اور موت میں یہی فرق ہے۔ موت پھوٹتی نہیں ہے۔ اس کی شاخیں نہیں بنتیں۔ زندگی شاخیں بناتی ہے اور نشوونما پاتی ہے پھر اگر زہریلے درخت ہوں تو وہ بھی کرتے ہیں ایسا زور مارتے ہیں اور جو کلمہ طیبہ ہو اس کا شجر بھی خوب پھوٹتا ہے، پھولتا ہے، پھلتا ہے۔

تو جماعت کو اللہ تعالیٰ نے MTA کے ذریعے کثرت سے ایسے نوجوان عطا کر دیئے ہیں کہ MTA کی ایک پھولنے پھلنے والی سرسبز شاخ بن گئے ہیں اور ان کاموں میں ملوث ہونے کی وجہ

سے ان کی تربیت ہو رہی ہے ان کو باہر کی ہوش ہی کوئی نہیں رہی۔ اب بجائے اس کے کہ مائیں کہیں ہماری بچیو! تم کہاں جاتی ہو، کیوں بداثر قبول کرتی ہو اپنی سہیلیوں سے، الٹا مائیں ان سے شکوہ کرتی ہیں کہ اپنے لئے بھی تو وقت رکھو تم نے سب کچھ ہی دین کو دے دیا ہے۔ مگر جو سمجھدار مائیں ہیں وہ شکوہ نہیں کرتیں، وہ مسکراتی ہیں، خوش ہوتی ہیں۔ تو یہ ایک بہت ہی وسیع فائدہ ہے جو ہمیں پہنچ رہا ہے۔ اب میں اس مضمون کو واپس اس آیت کی طرف لے کے آتا ہوں جس کی میں نے تلاوت کی تھی۔

تربیت کے مضمون کا اور اصلاح نفس کا سب سے زیادہ تعلق قول سدید سے ہے اور قرآن کریم نے جہاں جھوٹ کے خلاف غیر معمولی قوت سے جہاد کیا ہے وہاں قول سدید کو جو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی محبت اور پیار اور حیرت انگیز برکتوں کا موجب قرار دیتے ہوئے اس آیت میں بیان کیا ہے اس کی اور مثال کہیں اور دکھائی نہیں دیتی اور بہت گہرا نفسیاتی مسئلہ ہے جو یہاں بیان ہوا ہے۔ یہاں جھوٹ اور سچ کا مقابلہ نہیں ہے، یہاں سچائی کی اعلیٰ قسموں کا بیان ہے۔ سچائی بھی پھوٹتی ہے اور اس سے لطیف تر سچائیاں پیدا ہوتی ہیں اور سب سے اعلیٰ سچائی کی قسم اور قول سدید ہے۔ پس قول سدید اپنی جگہ ہر انسان کی اعلیٰ اقدار کا محافظ بن جاتا ہے۔ پس MTA کا پیغام تو ایک بیرونی پیغام ہے جو دلوں تک پہنچتا بھی ہے اور تبدیلیاں بھی پیدا کرتا ہے مگر میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ بعض دفعہ یہ تبدیلیاں نفس کو دھوکہ بھی دے دیتی ہیں۔ مثلاً ایسے نوجوان جوان کاموں میں وقف ہیں انہی میں ایسے بھی ملیں گے جو نماز نہیں پڑھ رہے۔ تو نیکی میں تو تضاد ہو نہیں سکتا۔ یہ ان کا فعل قول سدید کے خلاف ہے۔ اگر دین کی محبت کی وجہ سے انہوں نے اپنے قیمتی وقتوں کو MTA پر یا اسی طرح کے دوسرے دینی کاموں پہ خرچ کیا تو دین کی محبت کا اوّل تقاضا تو یہ تھا کہ نماز پر قائم ہو جائیں۔

اور قول سدید سے مراد محض زبان کا قول نہیں ایک عمل کی تصویر ہے جو قول سدید کی اصطلاح میں بیان فرمائی گئی ہے۔ ایسے لوگ تضادات سے پاک ہوتے ہیں ان کے اندر بل نہیں ہوتے۔ بلوں میں چیز کو چھپایا جاتا ہے اور جب وہ کھل جائے، بل دور کر دیں تو اصل چیز پھر خوب کھل کر سامنے آتی ہے۔ تو انسانی فطرت میں جو بل دینا اپنی نیتوں کو، اپنے اعمال کو، یہ ایسے داخل ہے جیسے سانپ کی فطرت میں بل دے کر بیٹھنا ہے اور یہ قول سدید کے خلاف ہے۔ جو خدا تعالیٰ نے مثلاً بائبل میں واضح طور پر نفس کے ساتھ شیطان کو مشابہت دی ہے اور شیطان کا دوسرا نام سانپ رکھا ہے

اس میں بنیادی طور پر یہی مقصد پیش نظر ہے کہ دیکھو سانپ بل والا جانور ہے اور چھپ کر بل دے کر بیٹھتا ہے، اپنے جسم کو سکیڑ کر جب حملہ کرتا ہے تو جس پر حملہ ہوتا ہے اس کو پتا بھی نہیں لگتا کہ کہاں سے حملہ ہوا اور کیوں ہوا۔ اچانک ان بلوں میں لپٹی ہوئی چیز کی طرف سے ایک بڑا سخت حملہ ہوتا ہے اور پیشتر اس کے کہ انسان کو خبر ہو وہ ڈسا جاتا ہے اور زہر اپنا اثر دکھا دیتا ہے لیکن سانپ ہی کے اندر ایک اور بات بھی ہے جب یہ کھل کر حملہ کرتا ہے تو سیدھا ہو جاتا ہے اور کوئی بل نہیں رہتا پھر۔ تو بل دینا چھپانے کے مترادف ہے۔ بل فریب ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ میں نے خود دیکھا ہے سانپ کو حملہ آور، وہ یوں لگتا تھا جیسے دم کے کنارے پر کھڑا ہو گیا ہے، حیرت ہوتی تھی دیکھ کر۔ ایک دفعہ غلطی سے ایک پتھر کے گرد لپٹے ہوئے بہت بڑے سانپ کو میں نے درخت کی جڑ سمجھ لیا اور جڑ سمجھ کے وہ چونکہ اچھی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی میں نے کہا اس کو کھینچتا ہوں اس کی سوٹی بنائیں گے اور جب ہاتھ ڈال کے کھینچا ہے تو سانپ کھڑا ہوا ہے اتنا اونچا کہ میرے قد سے دگنا تِگنا اونچا تھا اور لگتا تھا بالکل دم کے کنارے پر کھڑا ہے۔ حیرت تھی کہ یہ نرم لوچ والا جسم اس طرح سیدھا کیسے ہو سکتا ہے مگر چونکہ کھل کر اس نے حملہ کرنا تھا، اس وقت اس کو بلوں کی ضرورت نہیں تھی جتنے کو برے حملہ کرتے ہیں وہ یوں کھڑے ہو جاتے ہیں اور کھڑے ہو کر سامنے سے حملہ آور ہوتے ہیں۔ کمینے دشمن کو بھی جب آپ چھیڑیں، جب انہیں مجبور کریں کہ جو کچھ ہو ظاہر کرو تو پھر جب وہ کھل کر حملہ کرتے ہیں تو تب آپ بعض دفعہ حیران رہ جاتے ہیں کہ اس بدبخت میں اتنا زہر چھپا ہوا تھا۔ اس نے تو اپنے بلوں میں ہمیں پتا نہیں لگنے دیا، نرم لوچ والا جسم، بل کھایا ہوا، دیکھنے میں خوبصورت، جو درخت کی جڑ تھی وہ تو زہریلا سانپ نکلا۔ تو انسانی فطرت میں جو بل دینے کا مضمون ہے یہ اس کی اصلاح کا سب سے بڑا دشمن ہے اور اسی لئے شیطان کو انسان کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا گیا۔ اس کے بلوں میں جو فریب کا پہلو ہے اس طرح حملہ کرتا ہے کہ دکھائی نہیں دیتا اور اگر اس کو کھولو گے تو پھر وہ کھل کر سامنے آئے گا پھر دو بدو لڑائی ہوگی پھر وہ دشمن اگر مارا گیا تو پھر ہمیشہ کے لئے مارا جائے گا۔

تو اپنے نفس کو اس شیطان کی طرح سمجھیں جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ آپ کی رگوں میں دوڑ رہا ہے اور وہ کیسے دوڑ رہا ہے قرآن فرماتا ہے تم اس کو دیکھ نہیں رہے وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ دیکھیں بالکل سانپ والی کیفیت جو چھپ کے بیٹھا ہوا ہے آپ اسے دیکھ بھی نہیں رہے

ہوتے اور وہ آپ کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ان جھاڑیوں کے بیچ میں سے اس کی چھوٹی سی آنکھ اس وقت آپ کو دکھائی نہیں دیتی لیکن کھلتا تب ہے جب حملہ کرنا ہو۔وہ ایک دم اپنے بل کو کھولتا ہے اور پھر آخری وار کر دیتا ہے۔تو اسی طرح نفس کا حال ہے۔وہ حملہ کرتا ہے اس وقت جب تک آپ کو دکھائی نہیں دے رہا ہوتا۔جب حملہ ہو جائے تو وہ حملہ آپ پر اثر انداز ہو جاتا ہے پھر اس کے چھپنے کی ضرورت نہیں۔اگر نفس کا حملہ آپ کو بے حیا بنا دے تو پھر اس کو چھپنے کی کیا ضرورت ہے پھر وہ بے حیائی کا سانپ کھل کے سامنے آجاتا ہے اور آپ اس کے ہم نوا ہو کر پھر آگے بڑھتے ہیں۔

قَوْلًا سَدِيْدًا کے اوپر قرآن کریم نے جو زور دیا ہے یہ ہمارے سب نیک کاموں پر حاوی ہے اور MTA بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔MTA ایک نیک کوشش ہے مگر اس کوشش میں حصہ لینے والے ہمیشہ اس معاملے میں خبردار رہنے چاہئیں کہ ہم جو کوشش کرتے ہیں کیا واقعۃً اللہ کی خاطر ہے یا اس میں نفس کا دکھاوا آ گیا ہے اور نفس کے دکھاوے کے MTA میں زیادہ امکانات ہیں بہ نسبت دوسری کوششوں کے۔کیونکہ ایک بچہ اپنی آواز کو MTA کے ذریعے ساری دنیا تک پہنچا دیتا ہے اور دکھائی بھی دے رہا ہوتا ہے اس لئے اتنا شوق پیدا ہو گیا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بچے کی تصویر ہے اور یہ اس نے خط لکھا ہوا ہے آپ کے نام،اس تصویر کے ساتھ اس خط کو MTA پر پڑھ کے سنائیں۔اب اس میں نیکی کون سی ہے۔صرف جماعت کو جو اللہ تعالیٰ نے ایک عالمی مواصلات کا ایک عظیم الشان رعب عطا فرمایا ہے اور توفیق عطا فرمائی ہے اس سے غلط استفادے کے لئے ایک رجحان ہے یعنی اس کی نیت میں۔اس سے آپ یہ نہیں کہہ سکتے گناہ شامل ہے مگر وہ سرزمین جہاں گناہ پلتے ہیں اسی سرزمین سے یہ خواہش اٹھی ہے۔کیا مطلب ہے؟ ساری دنیا میں جماعت اتنی قربانیاں دے رہی ہے اتنا پیسہ قربان کر رہی ہے وقت قربان کر رہی ہے کہ ایک عورت کا بچہ وہاں دکھا دیا جائے اور اس کا مقصد پورا ہو جائے۔ساری عورتوں کے بچے دکھا دیئے جائیں تو لوگ MTA دیکھنا ہی بند کر دیں گے کیونکہ ایسی تصویروں کی کثرت جن میں ذاتی کوئی دلچسپی نہ ہو وہ لوگوں کو متنفر کر دیتی ہے۔اب آپ سب لوگ لندن والے ''جنگ'' پڑھتے ہیں اکثر اور ایک صفحہ اوپر سے نیچے تک مولویوں کی تصویروں سے کالا سیاہ ہوا ہوتا ہے کبھی آپ نے ایک ایک کو دیکھا ہے غور سے؟ سرسری نظر ڈالتے ہیں اور آگے گزر جاتے ہیں تو آپ یہ پچاس مولویوں سے تو اتنا بیزار

ہو جاتے ہیں اگر پانچ ہزار یا پانچ لاکھ بچے MTA پر دکھائے جائیں تو چونکہ اس رجحان میں مولویت ہے کہ دکھاوا ہو، اتنے مولوی تو آپ برداشت کر ہی نہیں سکتے، MTA بند ہو جائے گی۔

تو MTA کے ساتھ جہاں فوائد ہیں وہاں نقصانات بھی ہیں اور نقصانات کا ایک پہلو یہ ہے کہ اس میں دکھاوا پیدا ہو جاتا ہے اور جہاں دکھاوا دین کے بنیادی فرائض پر اثر انداز ہو جائے وہاں شرک ہو جاتا ہے۔ پس MTA کی ٹیمیں اگر کام کر رہی ہیں، عصر کی اذان ہوئی ہے یا ظہر کی جو بھی نماز ہو اور مسجد میں ایک طرف بیٹھے ہوئے ہیں وہ کہتے ہیں جی ہم دین کا کام کر رہے ہیں اس لئے کوئی ضرورت نہیں وہاں جانے کی یہ تو سراسر شرک ہے اور نفس کا بہت بڑا دھوکہ ہے کہ دین کا کام کس لئے کر رہے ہو۔ اس لئے کہ عبادت قائم کرو اور جو دین کا کام عبادت کی راہ میں حائل ہو اس کو دین کا کام کہہ کیسے سکتے ہو۔ صرف جھوٹ ہے اور نفس کا دھوکہ ہے۔ وہی بل فریب ہے نیتوں کا جو پتا نہیں لگنے دیتا کہ کیا اصل بات ہے۔

تو قرآن کریم نے نہ صرف سچ پر زور دیا بلکہ قَوْلًا سَدِيْدًا پر زور دیا ہے اور یہاں لفظ سَدِيْدًا خاص معنے رکھتا ہے۔ جیسے میں نے بیان کیا جب ایک دشمن بھی کھلے تو سیدھا ہونا پڑتا ہے اس کو، فریبوں کا دور بلوں کا دور ہے اور جب سَدِيْدًا ہو جائے تو پھر دھوکہ نہیں ہو سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جماعت تو قول سدید کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ محض تمہارا یہ سمجھ لینا کہ تم سچ بولتے ہو اور کھلم کھلا جھوٹ نہیں بولتے یہ تمہارے لئے کافی نہیں ہے کیونکہ تمہاری اصلاح کے تقاضے بہت بلند ہیں۔ اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چلنا ہے اور ان سے فیض پانا ہے تو قول سدید کو لازماً ایک دائمی عادت کے طور پر اپنانا ہوگا اور قول سدید والا اس بات پر نظر رکھتا ہے کہ میری بات سے کسی کو دھوکہ تو نہیں ہو گیا۔ ایک بات بیان کر رہا ہے اس سے خواہ مخواہ اس کی نیکی کا رعب پڑ گیا اور اس کا مقصد یہ نہیں تھا۔ جو قول سدید نہیں کرتا وہ خوش ہوگا کہ چلو الحمد للہ ساتھ یہ بھی مسئلہ طے ہوا لیکن جو قول سدید کا عادی ہے وہ متنبہ ہو جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ دیکھو اس میں میرے نفس کی کوئی خوبی نہیں ہے دھوکہ نہ کھا جانا یہ اصل مسئلہ یوں ہے۔ یہ وجہ ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک صورت پیدا ہوئی تو یہ عادت ہے جو رفتہ رفتہ دل کے اندر روشنی پیدا کر دیتی ہے اور اس روشنی کے بغیر آپ اپنے نفس کے بل اور فریب کو دیکھ نہیں سکتے۔

بلوں کا تعلق اندھیروں سے ہے۔ سانپ کو جن اس لئے کہا گیا ہے اور جن اس کا عربی میں نام ہے، **''جان''** اس کو کہا جاتا ہے کہ وہ چھپا رہتا ہے اور روشنی ہر چھپے ہوئے گوشے کو ظاہر کر دیتی ہے اور کھول دیتی ہے۔ پس قول سدید ہے جو روشنی پیدا کرتا ہے اور اندرونی روشنی پہلے پیدا کرتا ہے اور بیرونی روشنی اس کے بعد اس سے پھوٹتی ہے اسی میں نور کا مضمون شامل ہے۔ نور کی حکمت آپ کو اس کو سمجھے بغیر سمجھ نہیں آسکے گی۔ جب آپ صاف ہو جائیں اور سیدھے ہو جائیں اور اس بات پر مستعد رہیں کہ میری وجہ سے کسی کو دھوکہ نہ ہو اور اگر دھوکے کا خطرہ ہو تو آگے بڑھ کر اس کا دھوکہ دور کرنے کی کوشش کریں اور آنحضرت ﷺ کا بعینہٖ یہی اسوہ تھا، جہاں کسی شخص کے متعلق یہ خطرہ محسوس کیا کہ اسے نفس کے متعلق کوئی دھوکہ تو نہیں ہو گیا وہاں ٹھہر کر اس دھوکے کو دور کیا ہے اور اس قول سدید کا حق ادا کر کے پھر آگے بڑھے۔

ایک اور موقع پر ایک بدوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ کے رعب اور جلال سے تھر تھر کانپنے لگا، اس پہ لرزہ طاری ہو گیا۔ آنحضرت ﷺ نے بڑے تحمل اور پیار سے اس کو کہا دیکھو بھائی میں بھی تمہاری طرح ایک بندہ ہوں، ایک بشر ہوں مجھ سے ڈرو نہیں اور یہ فقرہ کہ میں بھی ایک بڑھیا کے پیٹ سے پیدا ہوا، بڑھیا کا لفظ ان معنوں میں کہ خاتون تھی جس کے اندر کوئی طاقت نہیں ہوتی۔ یہ بات سن کر تو اس کو کچھ حوصلہ ہوا پھر آپؐ نے آگے بات شروع کی اور اگر وہ یہ سمجھتے **نعوذ باللہ من ذالک** جو سمجھ سکتے ہی نہیں تھے کہ بڑی شان ہے اور بڑا میرا رُعب ہے یہ رُعب کے نیچے آ گیا ہے اب میں جو کہوں گا اس کو قبول کرے گا تو یہ ایک نفس کا دھوکہ تھا جس دھوکے میں آنحضرت ﷺ کبھی بھی ایک لمحہ کے لئے بھی مبتلا نہیں ہوئے اور جو اس دھوکے میں مبتلا ہو وہ دوسروں کو دھوکوں سے نجات بخش ہی نہیں سکتا۔

پس قول سدید کا دوسرا فائدہ یہ ہے کہ آپ اپنے نفس کے متعلق اگر باخبر رہیں اور سیدھے رہیں اور اپنے نفس کا غلط تأثر نہ پڑنے دیں تو یہ وہ سچ ہے جو حیرت انگیز طور پر دنیا کو مرعوب کرتا ہے۔ یہاں جو رعب ہے کسی کی بشری عظمت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ سچائی کی عظمت کی وجہ سے ہے اور آنحضرت ﷺ کا سب سے بڑا رعب اس قول سدید میں تھا۔ بات سیدھی اور صاف اتنی طاقتور کہ وہ دلوں کو بلکہ قوموں کو مرعوب کرتی تھی آئندہ زمانوں کو مرعوب کرنے والی باتیں تھیں۔ حدیثیں پڑھ کے دیکھیں بعض چھوٹی چھوٹی نصیحتیں ہیں جیسا کہ یہ مثال میں نے ایک دی ہے قیامت تک اس کی

طاقت ختم نہیں ہوگی کیونکہ سچائی کی طاقت ہے اور سچائی بھی وہ جو قول سدید ہے۔تو قول سدید کو آپ اختیار کریں تو آپ کے نفس کی صرف اصلاح نہیں ہوگی آپ کی باتوں میں طاقت آئے گی اور پھر لوگ سنیں گے اور سنیں گے اور اس سے مرعوب ہوں گے اور اسے ماننے پر مجبور ہوں گے۔

چنانچہ اسی دورے کے عرصے میں بار بار میرے سامنے یہ باتیں پیش کی گئیں کہ جی ہم تبلیغ تو کرتے ہیں مگر یہ قومیں ایسی ہیں دہریت میں اتنا آگے نکل گئی ہیں کہ ان پر اثر نہیں ہوتا۔ان سے میں نے کہا میں یہ مان ہی نہیں سکتا، ناممکن ہے۔ساری دنیا میں تو خدا نے اثر کی ہوائیں چلادی ہیں، آندھیاں بن گئی ہیں وہ، عظیم انقلاب برپا ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کو بس ناروے اور سویڈن سے ہی دشمنی تھی کہ یہاں اثر نہ ہو۔یہ بالکل وہم ہے تمہارا۔قول سدید اور حکمت، یہ دو تقاضے ہیں ان کو اگر پورا کرو تو یہ قومیں ضرور اثر قبول کرتی ہیں کیونکہ جہاں میں نے ان کی دہریت دیکھی وہاں دہریت کے نتیجہ میں، جو دہریت سچائی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی تھی ان کے اندر سچائی کی طرف رجحان بھی دیکھا ہے۔اب یہ بظاہر تضاد ہے مگر کوئی تضاد نہیں ہے۔

امر واقعہ یہ ہے کہ سچائی جھوٹے عقائد کو قبول کر ہی نہیں سکتی۔ان کی بغاوت خدا کے خلاف نہیں تھی، ان کی بغاوت تثلیث کے خلاف تھی اور تثلیث کے خلاف بغاوت کو خدا کے خلاف بغاوت قرار دینا ظلم ہے لیکن چونکہ ان کے پاس متبادل نہیں تھا اس لئے سمجھے کہ تثلیث ہی خدا ہے اور یہ خدا قابل قبول نہیں ہے، اس کو انہوں نے رد کر دیا۔مگر جو ان میں زیادہ بڑے دانشور تھے انہوں نے اس حقیقت کو سمجھا کہ تثلیث خدا نہیں ہے، تثلیث ردّ ہوگی، خدا ردّ نہیں ہوگا۔چنانچہ میں نے ناروے کو یہ سمجھاتے ہوئے نیوٹن کی مثال دی تھی کہ دیکھو نیوٹن اس دور کی سائنس کا جدامجد ہے۔تمام عظیم سائنس نیوٹن سے پھوٹی ہیں، اس کی فکر و نظر سے اور وہ ایک مؤحد تھا، ایک ایسا مؤحد جو عمر کے ایک بڑے حصے تک تثلیث کو اس لئے مان رہا تھا کہ اس نے ورثے میں پائی تھی مگر چونکہ سچا انسان تھا، اگر سچا نہ ہوتا تو اتنی بڑی حکمت کے راز اس کو کبھی معلوم ہی نہ ہوتے۔ایک دن اس کو خیال آیا کہ میں کیا مانگ رہا ہوں، یہ تثلیث اس کائنات سے متصادم ہے۔میں نے جس کے راز معلوم کئے ہیں وہ تو خدا کی گواہی دے رہی ہے، یہ تثلیث کہاں سے آگئی بیچ میں۔وہ دہریہ نہیں بنا۔اس نے کہا یہ عیسیٰؑ پر الزام ہے کیونکہ وہ سچا تھا۔اگر وہ سچا تھا تو لازماً مؤحد ہوگا اس لئے میں مطالعہ کروں گا اور

Old Testament یعنی عہد نامہ قدیم سے عہد نامہ جدید کا موازنہ کر کے معلوم کروں گا کہ کیا حقیقت ہے اور کیا جھوٹ ہے۔اس نے موازنہ کیا اور اپنی ڈائری میں وہ نوٹ کیا کرتا تھا اور وہ نوٹ اس کے ایک بائیوگرافر کے ہاتھ میں آگئے اس نے اس پر کتاب شائع کی ہے اور حیرت انگیز صفائی کے ساتھ وہ مؤحد بندہ خدا کا،اس مضمون کو بھانپ گیا کہ تثلیث اور اس قسم کے جھوٹے عقائد بعد میں آنے والے لوگ اپنے مذہبوں کی طرف منسوب کیا کرتے ہیں، مذہبوں کے بانی کبھی بھی ایسے بے ہودہ اور لغو عقائد کے قائل نہیں ہوسکتے۔ بڑے مضبوط دلائل اس نے دیئے، بڑے مضبوط دلائل اندرونی بائبل کے موازنے کے وقت دیئے ہیں اور ثابت کیا ہے کہ یہ جھوٹا فقرہ ہے،اس کا یہ مطلب تھا ہی نہیں جو اس کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔تو وہ جب اس نے اپنا ردعمل دکھایا تو اس کو یونیورسٹی کی کیمبرج کی پروفیسر شپ سے، چیئر سے مجبوراً استعفیٰ دینا پڑا یعنی نکال دیا گیا عملاً اس کو، استعفیٰ تو نام کے ہوا کرتے ہیں مراد یہ ہے کہ ہم تمہیں نہیں رکھیں گے،عزت چاہتے ہو تو آپ ہی باہر ہو جاؤ اور اس کا گزارہ سارا اس پر تھا اس نے کوئی پرواہ نہیں کی۔تو سچائی ہے اصل بات جس کی طرف میں بار بار آپ کو توجہ دلا رہا ہوں۔سچائی میں اگر قول سدید ہو تو پھر قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں اور قول سدید ہو تو اس میں ایک طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔

ایسے یورپ میں بہت سے دانشور تھے جو سچے تو تھے مگر پرواہ بھی نہیں انہوں نے کی کہ ہمارے سچ کو پہچاننے کے باوجود دنیا جہالتوں میں مبتلا ہے۔ چرچوں سے اور بعض انتہا پسند یونیورسٹیوں سے جو اس زمانے میں عیسائیت کے قبضے میں تھیں تثلیث کی تعلیم دی جارہی ہے ہمیں کیا اس سے، یہ کہہ کر چپ کر کے بیٹھے رہے۔اس چیز سے نہ ان کے عمل کی اصلاح ہوسکتی تھی نہ قوم کے عمل کی اصلاح ہوسکتی تھی اور قرآن کریم نے یہی مضمون ہے جو کھولا ہے کہ سچائی کافی نہیں۔اگر آپ ان سے انفرادی طور پر پوچھتے وہ ایسے بے شمار تھے جو سمجھتے تھے کہ یہ جھوٹ ہے،انہوں نے مذہب میں دلچسپی لینی چھوڑ دی لیکن سچائی کے لئے ایک ننگی تلوار بن کے اٹھ کھڑے ہونا،اس کو قول سدید کہتے ہیں اور اگر وہ ایسا کرتے تو یورپ کی کبھی سے اصلاح ہو چکی ہوتی مگر انہوں نے یہ قربانی نہیں دی اور اس قربانی کے بغیر اور قَوْلًا سَدِيدًا سے چمٹے بغیر اصلاح ممکن نہیں ہے اور اپنے نفس میں ممکن نہیں، اپنے تعلقات میں ممکن نہیں۔

میں بارہا جماعت کو متنبہ کر چکا ہوں اب پھر کرتا ہوں آئندہ بھی کرتا رہوں گا کیونکہ اس کی ضرورت بہت ہے، اپنی سوچوں میں پہلے بل نکالیں اور اپنی ذات سے سیدھے ہو جائیں، پھر آپ کو پتا چلے گا کہ اصلاح نفس ہوتی کیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اس کا نتیجہ یہ ہے قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا سچی بات نہیں، سیدھی بات کہنے کے عادی بن جاؤ۔ صاف ستھری سیدھی بات، اس کا نتیجہ کیا نکلے گا، فرمایا اللہ وعدہ فرماتا ہے۔ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ تم سے تو اپنے اعمال کی اصلاح نہیں ہوتی اگر تم قول سدید کو پکڑ لو تو خدا وعدہ کرتا ہے کہ میں تمہارے اعمال کی اصلاح کروں گا اور یہ جو وعدہ ہے یہ قانون کی صورت میں بھی جاری ہے اور ایک بالا رادہ فعل کی صورت میں بھی رونما ہوتا ہے۔

قانون فطرت سیدھے لوگوں کو ہمیشہ اصلاح کے رستے پہ ڈال دیتا ہے جو صاف اور سیدھی بات کرنے کے عادی ہوں جو اپنی آنکھ سے بھی اپنی برائیوں کو نہ چھپائیں اور اپنی کوئی ایسی شخصیت غیر پر ظاہر نہ کریں جس کے وہ مالک نہیں ہیں۔ اس کا اور بعض کمزوریوں پر پردے ڈالنے کا مضمون الگ الگ ہے وہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی کی کمزوری کو اچھالنا اور ظاہر کرنا قرآن اس کو فحشاء کہتا ہے۔ پس اس فرق کو سمجھیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں اچھا قول سدید ہے تو عورتیں بعض کہتی ہیں ہم نے ساری عمر خاوند کے گھر جانے سے پہلے جو بدیاں کی تھیں ہمارا فرض ہے خاوند کو بتا دیں اور اس فرض کے نتیجے میں ان کی زندگیاں برباد اور خاوندوں کی زندگیاں برباد۔ جو بات کسی کو پوچھنے کا حق نہیں ہے عجیب خدا نے عدل قائم فرمایا ہے وہ تمہیں بتانے کا بھی حق نہیں ہے۔ وہ اندرونی معاملات جن میں خدا تعالیٰ نے دوسرے کو کریدنے کی اجازت نہیں دی، تجسس کی اجازت نہیں، وہاں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم سچائی کے نام پر ان کو خود بیان کرو گے تو یہ بے حیائی ہوگی اور اس کی سزا پاؤ گے، ایک بڑا جرم ہے۔

تو یہ میں بار بار غلط فہمی دور کرتا ہوں اس کو اچھی طرح سمجھ لیں۔ بالا رادہ اپنی اس شخصیت کو دنیا پر ظاہر کرنا جو شخصیت نہیں ہے، اپنے اس حسن کو حسن بنا کر دکھانا جو حسن نہیں تھا، بالا رادہ فریب کے ساتھ اپنی کمزوریوں پر پردے ڈالنا جھوٹ کے ذریعے، یہ چیزیں ہیں جو قول سدید کے خلاف ہیں اور

وہ جرائم جن کی میں بات کر رہا ہوں جو شاذ کے طور پر رونما ہوتے اور اکثر انسان ان کے اوپر سے خود پردے اٹھاتے بھی نہیں ہیں لیکن اپنے اندر سے جو پردے اٹھاتے ہیں وہ ان چیزوں سے اٹھاتے ہیں جو ان کے اندر ہیں نہیں اور جو کمزوریاں ہیں ان پر جان کر پردے ڈالتے ہیں اور چھپاتے ہیں اور اس وقت بھی چھپاتے ہیں جب تحقیقات کا موقع ہو اور لازم ہے کہ وہ ظاہر کریں اور پھر جو اچھی باتیں اور نیک باتیں ان کے علم میں آئیں ان کو وہ برمحل قول سدید کے مطابق جن تک پہنچانی چاہئیں ان تک نہیں پہنچاتے اور قول سدید کے خلاف یہ عمل کرتے ہیں کہ جہاں نہیں پہنچانی چاہئیں وہاں وہ پہنچاتے ہیں اس سے لذت حاصل کرتے ہیں۔

جتنا بھی سوسائٹیوں میں پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اور کسی شخص کے متعلق ایک طرف سے بات سن کر دوسرے کو بیان کرنا کہ اس میں تو یہ بھی کمزوری ہے، یہ بھی کمزوری ہے، وہاں باتیں کرنا جہاں ان کا تعلق ہی کوئی نہیں اور جہاں ضروری تھیں پہنچانی وہاں نہیں پہنچاتے، اس کے نتیجے میں اصلاح ممکن ہی نہیں رہتی۔ ایسی سوسائٹیاں جہاں ایسے اڈے بن جائیں کبھی بھی ان کی اصلاح نہیں ہوسکتی اور ہمیشہ بد سے بدتر ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن اگر آپ کے علم میں ایسی بات آئی ہے جو نظام جماعت کی کمزوری ہے یعنی نظام جماعت میں وہ کمزوری نہیں ہونی چاہئے لیکن نظام جماعت چلانے والوں نے پیدا کر دی ہے قول سدید کا تقاضا یہ ہے کہ آپ نظام جماعت کے ان بالا افسروں تک اس بات کو پہنچائیں جنہوں نے اصلاح کرنی ہے۔

تو دیکھیں کیسی صاف بات ہے قول سدید کرو۔ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ قول سدید کا مطلب ہے صاف بات اور صحیح آدمیوں تک پہنچانا، بے محل بات نہ کرنا اور یہ چھوٹی سی نصیحت اتنے وسیع دائرے میں انسانی اعمال پر اثر انداز ہے کہ آپ اگر اس پر غور کریں تو حیرت سے اس سمندر میں ڈوب جائیں گے چھوٹا سا کلمہ کتنا عظیم ہے اور اس کے بعد فرمایا: يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ کچھ ذنوب بھی تو ہیں ان کو ظاہر کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے تمہیں نہیں حکم دیا جو تمہارے اندرونی گناہ ہیں۔ خدا یہ تو نہیں کہہ رہا کہ ان کو کھولتے رہو اور دنیا میں اچھالتے رہو اس سے تو اصلاح کے برعکس مضمون پیدا ہوگا ایسی سوسائٹیاں جہاں گناہ کی کھلم کھلا باتیں ہوتی ہوں وہاں بے حیائی بڑھتی ہے اصلاح کبھی نہیں ہوتی جن کی ٹیلی ویژن گندی ہوگئی ان

کی ساری قوم ہی گندی ہوگئی اور باتیں سچی ہیں اور کھلم کھلا کی بھی گئی ہیں لیکن قول سدید نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تمہارے وہ گناہ اور کمزوریاں جو تم سے قول سدید اختیار کرنے سے پہلے سرزد ہو چکی ہیں اللہ ان پر پردے ڈالے گا۔ یَغۡفِرۡ کا مطلب یہ ہے کسی چیز کو ڈھانپ دینا۔ اس میں دو طرح سے پردے ہیں۔ اپنی ناراضگی سے پردے میں لے آئے گا اپنی ناراضگی کو ان تک نہیں پہنچنے دے گا اور لوگوں کی نظر اور ان کی تنقید سے پردہ ڈال دے گا۔ تو چھوٹی سی آیت میں ایک دوسرے کے ساتھ مطابقت کھاتے ہوئے کتنے معافی کے کتنے سمندر بیان ہوگئے ہیں۔ یُّصۡلِحۡ لَکُمۡ اَعۡمَالَکُمۡ وَیَغۡفِرۡ لَکُمۡ ذُنُوۡبَکُمۡ جو اس رستے پر چل پڑے گا، جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں یہ تربیت کا اصول جان لے گا اور اس پر عمل پیرا ہوگا قول سدید کا عادی ہو خدا اس کے اعمال کی اصلاح شروع کر دے گا اس کی کمزوریوں پر پردے ڈھانپ دے اور پھر ان سے بخشش کا سلوک فرمائے یہ دونوں مضمون ہیں یَغۡفِرۡ میں۔ پھر اس کے بعد کیا ہوگا، فرمایا وَمَنۡ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا یہ سفر کی انتہا نہیں ہے جو بیان ہو رہی ہے۔ یہ تو سفر کا آغاز ہے جو بتایا جا رہا ہے اس کے بعد تم اس لائق ہوگے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرو اور جو کوئی پھر اللہ اور اس رسول حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرے گا۔ فَقَدۡ فَازَ فَوۡزًا عَظِیۡمًا اسے عظیم کامیابیاں نصیب ہوں گی اور یہ سارا مضمون اس پہلی آیت سے مربوط ہے جس میں فرمایا ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ قرآن ہے تو شک سے بالا لیکن متقیوں کے لئے ہدایت ہے یہاں انہی متقیوں کی تعریف فرمائی گئی ہے۔ قَوۡلًا سَدِیۡدًا کہنے والے، سچی بات کو سچے انداز سے پیش کرنے والے جب وہ یہ کر گزریں گے تو پھر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے سکول میں داخل ہوں گے جس کی کامیابیاں لامتناہی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں اس مضمون کو صرف سمجھنے کی نہیں بلکہ اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین